شناخت

کشمیری پنڈتوں میں ایک ایسا فرقہ آج تک موجود ہے جو اپنے آبائی تسلسل کو دہتا
تر بہ منشوار اتصور کرتے ہیں۔ یہ پنڈتوں میں ایک اہم ذات خیال کی جاتی ہے۔ دہتاتر ایک
تین شکتی وجود ہے۔ اس وجود کو تردشول بھی کہا جاتا ہے اس فرقے کی خصوصیت بیان
کرتے ہوئے مرحوم محمد الدین فوق فرماتے ہیں۔ دیوتا درتاتر کا جنم دن جسے دھنا جینتی بھی
کہتے ہیں دسویں مگر جب چاند پورے شباب پر ہوتا ہے کو منایا جاتا ہے۔
دیوتاؤں نے دھتاتر کو ریشی اتری کے نام کر دیا یعنی اسی کے حوالے سے ان کا جنم
ہوا۔ وہ ریشی اتری کے ہی فرزند تصور کیئے گئے۔ کیونکہ دیوی اناسویا سے ہی اس نے
دودھ پیا۔ ان کا جنم ایک داستان ہے جسے دیومالا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن
نارد ریشی کو یہ احساس ہوا کہ تین بڑے دیوتاؤں یعنی برما، ویشنو اور شیو کی بیویاں

• ڈاکٹر منظور فاضلی

متکبر واقع ہوئی ہیں۔ ان کے تکبر کی بیخ کنی ہونی چاہیئے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے ریشی نارد نے دیوتاؤں کے پاس اناسویا کی یوں تعریف کی" اس جیسی نیک، متبرک صالح بیوی پیدا نہیں ہوئی ہے" تینوں بیویاں اس تعریف کو سن کر بوکھلا گئیں اور اپنے خاوندوں کو اس نیک بیوی کے خلاف اُکسایا تاکہ اس کا تقدس پامال کیا جائے۔ یہ تینوں دیوتا فقیروں کے بھیس میں خیرات مانگنے کے بہانے اناسویا کے پاس چلے آئے اور اچھا بوجھن مانگا۔ دیوی نے ان کی شرارت کو بھانپ لیا اور بوجھن دینے کا وعدہ بھی کیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ پہلے اشنان کر آئیں۔ واپسی پر دیوتاؤں نے دسترخوان پر بوجھن لینے سے انکار کیا جب تک نہ اناسویا برہنہ حالت میں ان کے سامنے آئے۔ یہ سُن کر اناسویا دیوی واپس اندر چلی گئی اور ریشی اتری کے پاؤں دھو کر اس پانی کو مہمانوں کے اوپر چھڑک دیا۔ اس عمل سے یہ تینوں دیوتا بچوں کی صورت اختیار کر گئے۔ دیوی نے کپڑے اتار کر بچوں کو دودھ پلایا اور پنگوڑے میں رکھ دیا۔

اُدھر جب دیویوں کو اپنے دیوتا واپس نہ آئے تو انہیں فکر لاحق ہو گئی پوچھ تاچھ کے بعد وہ تینوں دیویاں ریشی اتری کے گھر پہنچ گئیں۔ وہاں اپنے دیوتاؤں کو بچوں کی صورت میں پاکر حیران و ششدر رہ گئیں۔ منت سماجت کے بعد فیصلہ ہوا کہ ترشول بحیثیت ایک وجود کے ریشی اتری اور دیوی اناسویا کو دیا جائے اور تینوں دیوتاؤں کو اپنا اپنا وجود واپس دیکر قضیہ کو رفع دفع کیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا اور ترشول جو ریشی اتری کو ملا اس کا نام دہتاتر رکھا گیا۔ اس دہتاتر کی ایک اولاد کو دہتاتر کول کے نام سے پکارا گیا۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کو برہمن لوگوں میں فوقیت حاصل ہو گئی۔ اسی خاندان سے ایک برہمن زاد گنیش کول موضع آجر بانڈی پور میں سکونت پذیر تھا۔ ایک اندازے کے مطابق سلطان زین العابدین کے دور حکومت میں قانون گو کی حیثیت میں کام کرتا تھا اور محبوب العالم حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیریؒ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں

نے ان کا اسلامی نام شیخ غازی الدینؒ رکھا۔ میرے اندازے کے مطابق ان کا زین العابدین بڈشاہ کے دور میں ہونا غلط ہے۔ بڈشاہ اور شیخ غازی الدینؒ کی وفات کے درمیان ۱۶۶ برس کا فرق پڑتا ہے۔ بڈشاہ ۸۷۷ ہجری میں وفات پا گئے اور شیخ غازی الدینؒ ۱۰۴۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔ میرے تخمینے کے مطابق شیخ غازی الدینؒ دور مغلیہ میں قانون گو کی حیثیت سے کام کرتے تھے اور یہ جہانگیر کا دور حکومت تھا۔ شاہجہاں کے وارد کشمیر ہونے سے تین سال پہلے شیخ غازی الدینؒ رحلت فرما گئے تھے۔ حضرت پیر رہبر حضرت محبوب العالمؒ کے انتقال کے بعد ۵۶ سال زندہ رہے اس اندازے کے مطابق حضرت شیخ غازی الدینؒ نے جوانی میں ہی اسلام قبول کیا تھا اور شہنشاہ اکبر کا دور بھی دیکھا تھا۔

حضرت شیخ غازی الدینؒ "تاریخ حسن" اور "اعجاز غریبہ" کے مصنف کے جد امجد ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ قبیلہ دھتاتری ریشی سے تھے۔ پرگنہ کھویہامہ میں چند گاؤں ان کی جاگیر میں تھے۔ حضرت محبوب العالمؒ کی توجہ عالیہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور جلد ہی تارک دنیا ہو گئے۔ موضع ماڈر تحصیل بانڈی پور میں جہاں ان کی جاگیر تھی۔ سکونت اختیار کی اور مجاہدات و ریاضات کا شغل اختیار فرمایا۔ اسی بناء پر حضرت مرشدؒ نے ان کو غازی الدینؒ کا خطاب عطا فرمایا۔ حضرت محبوب العالمؒ کی وفات کے بعد شیخ غازی الدینؒ حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ سے فیضان حاصل کرتے رہے۔ ۱۰۴۰ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ماڈر گاؤں میں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس وقت ان کا مقبرہ محض ایک مٹی کے ایک ٹیلے کی صورت میں موجود ہے۔ ان کی تاریخ وفات "شیخ مکمل" ۱۰۴۰ سے نکلتی ہے۔ اولاد کی صورت میں ان کے پانچ فرزند ہوئے۔ جن کے اسمائے گرامی یوں ہیں:۔

۱۔ حضرت شیخ یعقوب چھتہ بلیؒ ۲۔ حضرت شیخ موسیٰ زونیمریؒ ۳۔ حضرت شیخ محمد یوسف زونیمریؒ ۴۔ حضرت شیخ مہدیؒ شیخ ذوبیٰ ۵۔ حضرت شیخ حسینؒ کامراجی موضع شینو پرگنہ حمل (موجودہ رفیع آباد)۔ حضرت شیخ موسیٰ کی اولاد میں حضرت شیخ محمد فاضلؒ قابل ذکر ہیں

آپ نے اپنے عم محترم حضرت شیخ یعقوبؒ کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ مجاہدات و ریاضات کے ذریعہ مقامات عالی پر سرفراز ہوئے۔ ان کے حالات کئی کتابوں میں درج ہیں ۱۰ محرم الحرام ۱۰۵۱ھ میں شربت وصال نوش فرما کر زونیمر سرینگر میں آسودہ ہوئے۔ تاریخ وفات "شیخ الدھر" ہے۔ ان کے دو فرزند ہوئے۔ ایک شیخ محمد معروفؒ جو ایک مرد لاثانی اور فاضل بے مثال تھے۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ ۱۰۸۰ ہجری میں رحلت فرما گئے اور اپنے آبائی مقبرہ میں آسودہ ہوئے۔ دوسرے فرزند حضرت شیخ مسعودؒ نے علوم عقلی و نقلی مُلا نور اللہ فانتجی سے حاصل کئے اور اپنے والد ماجد حضرت شیخ محمد فاضلؒ کی ارادت میں درجہ تکمیل حاصل فرما کر خلعت ارشاد زیب تن فرمایا۔ پھر مخلوق خدا کی خدمت و اصلاح کا شغل اختیار فرمایا۔ پوری زندگی بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ بسر فرمائی۔ ۸ ماہ ذی قعدہ ۱۱۸۹ھ کو رحلت فرمائی۔ آبائی مقبرہ زونیمر میں ابدی آرام گاہ ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ان اشعار سے نکلتی ہے۔

خواستم تاریخ از وای نکو

گفت المسعود شیخ دین نگر

ان کی اولاد میں شیخ محمد افضل ہیں آپ نے اپنے والد نامدار سے علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال حاصل کیا اور مسند درویشی پر تشریف رکھ کر مخلوق خدا کی خدمت و اصلاح میں عمر شریف بسر فرمائی۔ آپ کی فیض رسانی کے حالات عجیب و غریب ہیں [illegible]ھ میں انتقال فرما گئے۔ آبائی مقبرہ زونی مر میں آرام پذیر ہیں۔ ان کی یادگار ان کے پانچ فرزند ہیں۔ پہلے فرزند شیخ ضیاء اللہؒ محلہ کلاں بوری میں آسودہ ہیں۔ دوسرے شیخ سیف اللہ گورگاڑی محلہ سرینگر میں مدفون ہیں تیسرے فرزند شیخ فقیر اللہ ہیں۔ انکی اولاد محلہ گوجوارہ میں سکونت پذیر تھی۔ ان میں سے کچھ ۱۹۴۷ء سے قبل امرتسر میں سکونت پذیر تھے۔ محلہ گوجوارہ میں ان کی اولاد میں قریبی زمانے کے مشہور و معروف طبیب ڈاکٹر علی محمد جان تھے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ چوتھے فرزند شیخ صدیق اللہ ہیں۔ ان کی اولاد کچھ زونی مر سرینگر اور کچھ

شاہ آباد ضلع اسلام آباد میں سکونت رکھتے تھے۔ پانچویں فرزند شیخ ثناء اللہ ہیں۔ انہوں نے علوم عقلی و نقلی اپنے جد امجد شیخ مسعودؒ سے حاصل کئے تھے۔ ان کی خدمت میں بے پناہ فیض و برکات باطنی سے بہرہ یاب ہو کر شیخ محمد اشرف فتحکدلی سے مراحل سلوک طے کر کے اپنے مقصود کا گنج گراں مایہ حاصل کیا۔ پھر موضع گنڈ پور پرگنہ کھویہامہ موجودہ تحصیل بانڈی پور میں چہل چلہ میں مشغول رہے اور اس میں ورد اسم اعظم۔ حرز یمانی اور دیگر اوراد و اذکار کا اشغال رکھا۔ بڑے صاحب جلال تھے۔ ان کی کرامات و حالات نہ صرف کتابوں میں موجود ہیں بلکہ عوام میں بھی مشہور ہیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۳۵ھ میں دار الفانی سے دار البقاء منتقل ہوئے۔ آباء و اجداد کے مزار شریف زدنی مر سرینگر میں آسودہ ہیں۔

گفت تاریخ وصالش ہاتفی

بود روز عرس عثمان غنی

آپ کے دو صاحبزادے یادگار رہے پہلے غلام مصطفیٰؒ صاحب حالات و درجات و کمالات تھے بے اولاد تھے موجودہ قصبہ بانڈی پور کی مسجد قدیمہ کے ساتھ والے قبرستان میں حضرت شیخ کنیر رینہ کے باہر آسودہ ہیں ان کی دوسری اولاد شیخ غلام رسولؒ زدنی مر سے ہجرت کر کے موضع گامرو تحصیل بانڈی پور میں سکونت پذیر ہوئے۔ مولانا شیخ غلام رسول نے ملا عبد الغنی اور آخون عبد اللہ کی شاگردی اختیار کی۔ اپنے والد ماجد سے تربیت پائی اور شیخ نعمت اللہ صاحب اشرفی سے اکتساب فیض کے حصول کے لئے گئے۔ آپ نے ان کی تربیت شیخ اکبر ہادی عاصمی تارہ بلی کے سپرد کی۔ ان حضرات کی خدمت میں آپ نے کئی مقامات بلند طے کئے۔ بزرگان وقت مثلاً شیخ شہاب قلندر۔ شیخ عبد الوہاب تولہ مولہ اور شیخ عبد الرحمان اونگامی کے الطاف و عنایات سے بہرہ ور ہوئے۔ اپنا حال پوشیدہ رکھنے کی سخت کوشش کرتے۔ کچھ بیان کرتے وقت اشعار سمندر کی موجوں کی طرح پیہم زبان پر آتے رہتے۔ کرامات اولیاء اور عجب منظر تصوف کے بارے میں اور

رسالہ طرفہ در قضا و قدر اور مجموعہ شیوا آپکے طبع لطیف کے بے مثال نمونے ہیں شیوا تخلص کرتے تھے مریضوں کا علاج بھی کرتے تھے۔ دست شفاء کی سعادت حاصل تھی۔ ۵ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ کو وفات پائی گامرد پرگنہ کھویہامہ موجودہ تحصیل بانڈی پور کی مسجد شریف کے مشرق میں آسودہ ہیں۔

انکی تاریخ وفات ان اشعار میں موجود ہے۔

آہ غلام رسول رہبر راہ قبول	عالم فروغ واصول روی ز دنیا نہفت
ہاتف فرخندہ فال از پئے تاریخ سال	عُمرد ولادت وصال بیک بیت
بلبل باغ عدم آہ و عابد بزیست	سال وفاتش سرزنش شہر بقارفت گفت

حضرت غلام رسول شیوا گامرد بانڈی پور کے چار فرزند یادگار ہیں۔ پہلے فرزند مورخ حسن کھویہامی جن کو ان کے پوتے پیر غلام مصطفٰے اور پیر غلام محمد سعید مولانا شیخ محمد حسن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے پوتوں نے اعجاز غریبہ اور مجموعہ نعت نادم کو جمع کرکے مجدد پریس امرتسر سے چھپوا کر ۱۳۲۹ھ میں گامرد سے شائع کیا۔ اس کتاب کے آغاز میں عبدالقادر درویش قادری نے مورخ حسن کے علمی کمالات پر فارسی میں تبصرہ لکھا ہے۔ اس تبصرے کا آزاد ترجمہ ذیل ہے۔ مرحوم عبدالقادر درویش یوں رقمطراز ہیں:۔

"یہ نسخہ شریف یعنی اعجاز غریبہ منظوم علامہ بے مثال۔ استاد بے نظیر۔ اپنے زمانے کے لاثانی فرد مولانا غلام حسن صاحب، فرزند صاحب صفا شیخ غلام رسول شیوا جو حضرت شیخ محمد فاضل زوبیری کی اولاد میں سے ہیں، کی تصنیف ہے حضرت شیخ احمد تارہ بلی نے "حسین از رسول زاد بخیر" کے الفاظ میں آپ کی تاریخ ولادت بیان فرمائی ہے۔ بچپن سے ہی آپ کے چہرے میں بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ بہت ہی کم عمری میں آپ نے فارسی اور عربی علوم اور فنون غریبہ مثلاً تنجیم۔ تکسیر۔ طلسمات۔ کشتبات۔ طب۔ حساب اور علم پیمائش وغیرہ اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے تھے۔ طبعیت کی روشنی، تیز فہمی اور بلا کی ذہانت نے فنون منقول و معقول، صنائع و بدایع کی ایجاد، اسرار و حقائق کے اظہار

Scanned with Oken Scanner

وانکشاف میں زمانے کا ایک ممتاز فرد بنا لیا۔ فیوض باطنی مطابق طریق سہروردیہ جو اپنے اسلاف کرام کا مسلک تھا۔ اپنے والد نامدار سے اخذ کئے۔ اس کے بعد پنجاب کی سیاحت کے دوران ایک خاک نشین مجذوب عارف سے رشد و ہدایت ترقی کی بلندیاں حاصل کیں اور مراتب ظاہری اور مقامات باطنی کی بشارتیں نصیب ہو گئیں اور ان سے بھی کمالات کا ظہور ہونے لگا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ محمد تاشکندی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی پیروی میں اجازت و اختیار حاصل کئے۔ اس کے نتائج جو آپ کے طبع لطیف پر مرتب ہوئے اہل زمانہ میں مشہور ہیں مثلاً رسالہ کشریہ۔ گلستانِ اخلاق و حزیقہء اسرار۔ علم ادعیہ و نقوش جو علم پیرزادگی کی ضرورت ہیں۔ نیز تاریخ حسن جو چار جلدوں پر مشتمل ہے کوائف نقلیہ اور لطائف عقلیہ پر مبنی ہیں۔

اگر حسنؒ کی عرق ریزی کی انتہا جاننے کا شوق ہو تو اس تاریخ کے حصہ جغرافیہ کا خصوصاً مطالعہ کرنا چاہیئے۔ زمانے کے ارباب کمال ہی اس سے بہرہ ور نہیں ہوئے بلکہ بعض پیٹ کے پجاریوں اور علم دشمن افراد نے ظلم و جہل سے کام لے کر حسنؒ کے موج آفرین سمندر سے چور بن کر اپنی روزی روٹی کی خاطر اس کی خوشہ چینی کی اور ساتھ ہی اعتراضات و اختلافات سے کاغذ سیاہ کر دئیے۔ جاہلوں اور نااہلوں نے ان کا خوب چرچا کیا اور فساد و اختلاف کی فضاء قائم کی۔ لیکن انصاف پسند علماء اور عقلاء کے دلوں میں حسن کے حسنِ ترتیب اور حسنِ تحقیق کا یقین زیادہ محکم ہو گیا۔ سچ ہے کہ ہر مہدی کے درپے ایک دجال ہوتا ہے۔

ممدوح کے حالات و کمالات کے بارے میں یہ چند سطریں بے قیمت ہی سمجھ لی جائیں لیکن ان علماء اور عقلاء پر کیا جو اس تاریخ سے مستفید ہوئے یورپ کے علماء و محققین مثلاً کمشنر بندوبست اراضی لارنس نے اس کتاب کے کوائف و لطائف کا انکشاف کیا۔ مورخ حسن کی بے حد قدر دانی کی۔ بہت سے اعزازات و اکرامات سے ان کو نوازا اور تاریخ

Scanned with Oken Scanner

کے حصہ جغرافیہ کا ترجمہ بھی کیا۔ اسی طرح کشمیر اور ہندوستان کے رؤسا اور اُمراء سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہ لوگ آپ کی مجلس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت جانتے تھے۔ خاص کر موجودہ اور سابق مہاراجہ صاحبان نے بھی آپ پر مہربانیاں کیں۔

مختصر یہ کہ اپنی عمر عزیز بڑی خوش وقتی اور آزاد خیالی کے ساتھ بسر فرمائی مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرات مشائخ کرام کے مسلک و شریعت و طریقت مبارکہ کے ساتھ چمٹے رہے۔ تاریخ حسن کی ایک نقل پوری صحت کے ساتھ لکھوا کر بقعہ عالیہ خانقاہ معلیٰ (اللہ تعالےٰ اس کے شرف عزت اور فضیلت میں اضافہ فرمائے۔ آمین) میں شاہ محمد یوسف ہمدانی کی تحویل میں دیکر وقف فرمایا۔

اپنی وفات مبارکہ سے چند دن پہلے انکشاف فرمایا کہ ان کی زندگی کے صرف دس دن باقی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۱۶ھ اپنے وطن گامرو میں انتقال فرمایا اور اسی گاؤں میں حضرت مہرہ بی بی صاحبہؒ کے مقبرہ شریف میں آرام پذیر ہوئے۔ اس کے دو دن بعد آپ کے کتب خانہ میں کاغذ کا ایک پرچہ پایا گیا جس پر اس مفہوم کا ایک اردو جملہ درج تھا:

"میں نے دس برس پہلے اپنی تاریخ وفات لکھی ہے"۔ اس کے نیچے یہ قطعہ درج تھا

غلام حسن بلبل باغ سخن	رفت ازیں خوش چمن جانب مینو نکو
ہاتف فرخندہ فال از پے تاریخ سال	عمر و ولادت و وصال گفت ز یک بیت جو
بلبل باغ اصفیا آمد و ساجد زیست	از پے سال وفات یافت حسن بہشت گو

آپ کی اولاد میں پیر غلام علی آپ کی تربیت سے مستفید ہوئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے پیر احسن صاحب بنہ ہامہ پرگنہ لارجو شیخ وقت تھے اور یگانہ روزگار تھے سے فیوض باطنی حاصل کئے۔ مگر صرف ۳۵ سال کی عمر میں ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ اپنے والد نامدار کی زندگی میں رحلت کر گئے۔ انکے دو فرزند غلام مصطفیٰ اور غلام محمد سعید انکی یادگار رہے۔ دوسرے فرزند کا تاریخی نام مورخ حسنؒ نے خود ہی غلام محمد سعید

Scanned with Oken Scanner

رکھا تھا۔ یہ دونوں بزرگ بقول عبدالقادر درویش حُسن اخلاق اور حُسن کردار کے مرقع تھے اور راہ مستقیم پر ثابت قدم رہے اور بقول درویش غلام مصطفےٰ صاحب نے اعجاز غریبہ اور کلیات نادم کی بڑی محنت سے تصحیح فرمائی اور ان کی طباعت کے اخراجات کا بار بھی برداشت کیا۔

حضرت غلام رسول شیوا کے دوسرے درویش غلام محی الدین تھے۔ آپ نے پوری زندگی سادگی کے ساتھ گذاری۔ ظاہری اور باطنی تعلیم کے علاوہ انہوں نے اپنے والد ماجد سے علاج ومعالجہ میں بھی مہارت حاصل کی۔ صدیق صاحب قلندر کی آپ پر خاص نظر تھی۔ ۸ شوال ۱۳۴۹ھ کو رحلت فرما کر اپنے والد بزرگوار کے قبرستان میں آسودہ ہوئے۔

انہی حضرت کے تیسرے فرزند شیخ غلام احمد صالح جید تھے۔ ان کے حالات ہم حضرت شیوا کے سب سے چھوٹے فرزند کے حالات کے بعد تفصیل سے بیان کرینگے۔ مورخ حسن کے چھوٹے بھائی کا اسم گرامی پیر غلام محمد تھا۔ وہ محمد پیر کے نام سے جانے جاتے تھے۔ میری جوانی کے زمانے میں گامرو کے اکثر عمر رسیدہ لوگ ان کا بھرپور تذکرہ کرتے تھے۔ انہوں نے مذہبی اور دیگر علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے تھے۔ دینوی معاملات میں بھی ان ہی کی رہنمائی میں تجربہ کار بن گئے۔ چنانچہ والد بزرگوار کی وفات کے بعد امور خانہ داری ان ہی کے سپرد ہوئے۔ اسطرح مورخ حسن کو اپنی علمی کاوشوں کے لئے فراغت حاصل رہی۔

اپنے والد بزرگوار پیر عبدالقدیر صاحبؒ سے مجھے محمد پیر کے اخلاقی اور سماجی تجربات وواقعات اور ان صلاحیتوں کے احوال معلوم ہوتے رہے جن کی وجہ سے وہ بستی ہی میں نہیں بلکہ پورے پرگنہ میں مرکز توجہ بنے رہے گھریلو ہی نہیں بلکہ پورے خاندان کی یکجہتی اور استحکام کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کامیاب رہے۔ یہ بات اعجاز غریبہ اور کلیات نادم کے مرتب کی اس دعا سے ثابت ہے کہ خداوند بزرگ و برتر محمد پیر

کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ علاج معالجہ کا بھی شغل تھا۔ غریب و نادار مریضوں کی مدد بھی کیا کرتے۔ یہ ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ ایک نادار بڑھیا زیر علاج تھی۔ اس کی عیادت کے لئے دروازے سے باہر نکلے ہی تھے کہ اس کا بیٹا خبر لے کر آیا۔ محمد پیرؒ نے پر جلال لہجے میں کہا۔ تم نے میرا ثواب گنوا دیا۔ میں تو عیادت کے لئے اٹھا ہی تھا۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ اس پیر بزرگوار نے ١٢٥٩ھ میں اپنی جان پاک جاں آفریں کے سپرد کی
ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

اب آئیے بنیادی مضمون "شناخت" کی طرف۔ محمد پیرؒ کے بڑے برادر اور مورخ حسن کے غلام محی الدین صاحب کے بعد کے چھوٹے بھائی پیر غلام احمد صالح (جید تخلص) کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں مغازی الصحابہ المعروف بہ خلافت نامہ کے مصنف جلیل۔ حضرت جیدؔ نے پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت شیوا سے تعلیم حاصل کی۔ پھر عمر پیر صاحب سوپوری اور حضرت سید سعید اندرابی سے۔ اپنے والد بزرگوار سے بیعت تھے۔ ان کو اوراد و اذکار میں خادم اولیاء کشمیر حضرت شیخ احمد عاصمی تارہ بلیؒ کی رہبری حاصل تھی۔ ان کی خدمت میں اکتساب فیض کی نعمت حاصل ہوئی۔ ریاضات وعبادات میں ان کی رہنمائی شامل حال رہی۔ مکتومین کے شعار کے عین مطابق اپنا حال پوشیدہ رکھنے کی پوری کوشش میں رہتے۔ درس و تدریس۔ تصنیف و تالیف اور مخلوق خدا کی خدمت گذاری ان کے مشاغل تھے۔ انہوں نے گامرو بانڈی پور کی سکونت ترک کر کے خانقاہ نقشبندیہ سرینگر کے متصل سکونت اختیار کی۔ ان کی اس ہجرت کے محرکات گو معلوم نہیں تاہم قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ روزگار کی تلاش تھی۔ خانقاہ نقشبندیہ میں منصب امامت پر فائز رہے اور بقیہ زندگی وہاں ہی گذاری۔ دیہاتی زندگی سے رہائی پائی اور شہری ماحول میں رچ بس گئے۔ انہیں اعلیٰ علمی مذاق تھا۔ انہوں نے بڑی موزوں طبیعت پائی تھی اور شعر کی رعنائی انہیں اپنے والد نامدار سے ورثہ میں ملی تھی۔

Scanned with Oken Scanner

ان کے دو فرزند تھے۔ ایک مرحوم پیر سعدالدین صاحب اور دوسرے پیر نورالدین صاحب۔ سعدالدین کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور نورالدین صاحب کے تین فرزند ہیں ان کی اولاد آج کل لال بازار سرینگر میں سکونت پذیر ہے اور صاحب ثروت ہے۔ جہاں تک علم و ادب اور تاریخ و تحقیق کا تعلق ہے۔ باوجود صلاحیتوں کے ان حضرات نے اس میدان کا رخ ہی نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جد امجد حضرت جید کی تصنیف کبیر مغازی الصحابہ کی تلاش و اشاعت کے لئے کوئی تگ و دو نہیں کی۔ اگرچہ یہ کتاب ایک معروف حیثیت کی حامل ہے۔

غلام احمد صالح جیدؔ تخلص رکھتے تھے۔ وہ نہ صرف عالم و فاضل تھے بلکہ وہ شاعر و محقق بھی تھے۔ اپنے وقت کے صاحب طرز امام کہنہ مشق مبلغ۔ درس و تدریس کے ماہر اور خوشنویسی میں باکمال اور دیگر صلاحیتوں کے مالک تھے۔ کتاب مغازی الصحابہؓ المعروف خلافت نامہ ..... اشعار پر مشتمل ہے۔ قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔ یہ کتاب مصنف کی وفات کے قریباً ۹۶ سال بعد شائع ہو رہی ہے۔ ان کی دوسری کتاب گلدستہ نعت آپ کے طبع لطیف کے سمندر کی دوسری موج ہے۔ شناخت لکھنے والے کو اس کتاب کی تفصیلات کا کوئی علم نہیں۔ خلافت نامہ کی بازیافت کے متعلق آگے تفصیلات سامنے آ رہی ہیں۔

میرے والد مکرم پیر عبدالقدیر صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ مورخ حسن کھویہامی اپنے قبیلہ کی دو شخصیتوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک اپنے برادر اصغر غلام احمد جید کی اور دوسرے اپنے نعت گو بھانجے عبدالاحد نادمؔ کی۔ عمر میں ان سے بہت کم ہونے کے باوجود بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

مولانا جیدؔ کے متعلق مورخ حسن تاریخ حسن کے حصہ جغرافیہ میں بہت بار ذکر کرتے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ سلطان زین العابدینؒ نے ایک بزرگ

سید محمد امین اویسیؒ کے رہنے کے لئے موضع اشم صفاپورہ موجودہ تحصیل سوناواری میں ایک خانقاہ زیر کرائی تھی ان بزرگ کی وفات کے بعد یہ خانقاہ تقریباً زمین بوس ہوگئی تھی شرعی حکم کی بناء پر اس خانقاہ کو حسین چک باغ میں منتقل کرکے اس کی تجدید کی گئی۔ اس تجدید کے لئے ڈھاکہ کے ایک نواب نے جو اصلاً کشمیری تھے مالی معاونت کی۔ تعمیر جدید کی تاریخ جیدؔ نے یوں تحریر فرمائی ہے:

یا الٰہی اَقبِل بِهٰذا المَسجِد — طاعةً باالله وَاسجُد وَاقترِب
مِن بِهاءِ الحَقِّ وَالدّین دائماً — فیهِ فیضانٌ علیٰ مَن یَطلُب
بانِی الثانی ثَناءُ الشاهد — مَاس ایقاناً باجرٍ سیرتقب
لو اَرادت عام تعمیرا تجدید — خانقاہِ النقشبندی احتسب

خانقاہ مخدومی جو حضرت شیخ مخدومؒ کے روضۂ شریف کے نزدیک بنایا گیا تھا اور آج بھی تعمیر جدید کے ساتھ موجود ہے۔ جید صاحب کے وقت میں اس کی تعمیر نو پر یہ تاریخ رقم فرماتے ہیں۔

دل پئے تعمیر نو تاریخ گفت
خانقاہ سدرہ جاہ بیرما

باندی پورہ مقبرہ سے متصل موجودہ جامع مسجد قدیم جب جید صاحب کے وقت میں تعمیر کی گئی تو انہوں نے اس کی تاریخ تعمیر یوں ثبت فرمائی

پئے از قدسیاں از روئی الہام
عبادت خانہ قدسیہ فرمود

حضرت جید کا اسم گرامی اور تاریخ ولادت غلام احمد صالح ۱۲۸۳ھ ہے۔ یہ تاریخ حضرت شیخ احمد عاصمیؒ تارہ بلی کی دی ہوئی ہے۔ آپ کی عمر کا شمار لفظ "سید" ہے اور تاریخ وفات حیران کن طور پر انہی الفاظ کا مجموعہ ہے یعنی "غلام احمد صالح سید" نے ۳ ماہ صفر

۱۳۰۴ء بروز جمعہ انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات "شہید لم لغیل" ہے ملا عبدالحق کے مقبرہ شریف محلہ پتوان مسجد میں آسودہ ہیں۔ نورہ اللہ مرقدہ

خواجہ محمد سیف الدین سیفی خاندان پنڈت محلہ دری بل متصل خانقاہ نقشبندیہ سرینگر ایک مسلمہ خوشنویس اور فارسی کے شاعر گذرے ہیں انہوں نے غلام احمد جید امام خانقاہ نقشبندیہ کی تاریخ وفات یوں تحریر فرمائی ہے:

جید چوں بروں ازیں سرا شد — راجع سوئی عالم بقا شد
افسوس کہ آن یگانہ دہر — از جملہ احد تا جدا شد
از فرقت آں فرید دوراں — پُشت ہمہ دوستاں دوتا شد
در عالم قدس کرد ماوا — در صف نعیم پیشوا شد
چوں صرف نمود عمر در زہد — محظوظ ز رویت خدا شد
در درس و کتابت و امامت — مشغول بیعمر و ایا شد
در بقعہ نقشبند عالم — تا آخر عمر مقتدا شد
از عہد شباب تا گہ شیب — مادام جلیس اصلحہ شد
تصنیف نمود نامہ نغز — زاں بزوی ثمر بشہر باشد
اوصافِ چہار بار نبوشت — مداح شہید با رضا شد

سر بر زدہ ز آسماں سروشے
فرمود امام ما قضا شد

حضرت جید گامرو سے ہجرت کے بعد سرینگر میں رہے اور عمر بھر خانقاہ عالیہ نقشبندیہ میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کے روحانی اور علمی کمالات میں ان کے والد نامدار شیخ غلام رسول شیوا کا عکس نمایاں ہے۔ شیوا سرینگر سے ہجرت فرما کر گامرو گئے تھے۔ یہ گاؤں آج تک پیران خاندان کا مسکن ہے۔ مرحوم مفتی اعظم کشمیر

مولانا شریف الدین صاحب گامرد کو علم و ادب کی بناء پر ایران کشمیر تصور کرتے تھے اگرچہ اس خاندان کے جد اعلیٰ حضرت شیخ غازی الدین کے پانچوں فرزند بانڈی پور سے ہجرت کر گئے۔ لیکن خود وہ موضع ماڈر تحصیل بانڈی پور میں ہی رہے اور اسی گاؤں میں ان کی آخری آرام گاہ اب تک موجود ہے۔ اس خاندان کی پہلی پانچ نسلیں محلہ زونی مر سرینگر میں سکونت پذیر تھیں۔ حضرت شیخ غلام رسول شیوا کی اولاد آج تک گامرد میں ہی موجود ہے۔ مورخ حسن نے اپنے والد مکرم کی سرینگر سے ہجرت کے بارے میں یہ شعر فرمایا ہے۔

سِکو یلہ بند کور جاگیر سونی
لگوی درکھو یہامہ بابہ میونی

ترجمہ: سکھوں نے جب ہماری جاگیر پر قبضہ کیا تو کھو یہامہ میں میرا باپ پھنس گیا۔

مجھے ذاتی طور اس بات کا افسوس ہے کہ میرے والد صاحب فارسی کے کہنہ مشق استاد ہوتے ہوئے میں فارسی زبان سے بے بہرہ رہا۔ والد صاحب کا اس میں کوئی قصور نہ تھا اس کی وجہ اور ذمہ داری میری طبیعت کی لا ابالی ہی کی دین ہے۔ جہاں تک اس شناخت کا تعلق ہے۔ اس کے مواد کی بازیافت اور اس کی ترتیب میں میرے عم محترم محمد عثمان فاضلی صاحب کی مساعی بھی شامل رہیں۔ میں ان کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کتاب کی شناخت، لکھنے اور طبع کرنے کے لئے اہل سمجھا۔ کہ انہوں نے نہ صرف خلافت نامہ حاصل کر کے بہم کیا بلکہ میرے لئے اعجاز غریبہ اور مجموعہ نعت نادم کے چند فارسی صفحات کا ترجمہ فراہم کر کے ممنون فرمایا۔ مزید براں میں جناب محمد امین صاحب پنڈت خلفِ رشید جناب سیف الدین پنڈت ساکن نشاط سرینگر کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے جید مرحوم کی تاریخ وفات سے متعلق ضروری معلومات بہم فرمائیں۔